کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ اس لیے جن علماء نے یہ تشخیص کیا ہے کہ: قعدہ اولیٰ نذر ہے، بجا کیا ہے۔ خاص کر جب مرفوع حدیث میں بھی اس کا ذکر آگیا ہے کہ آپ قعدۂ اولیٰ (پہلا تشہد) نہیں کیا کرتے تھے تو ایسے دوسرے احتمالات یا تاویلوں کا سہارا لینا علمی بات نہیں ہو سکتی۔

دراصل یہ امور "تعبدی" نوعیت کے ہیں، جو صرف منقول کے ذریعے ثابت کیے جا سکتے ہیں، یہاں قیاس اور اجتہاد کچھ کام نہیں دیتے۔ اس لیے مرفوع روایات اور آثار صحابہ و تابعین سے جو بات ثابت ہوئی ہے وہی صحیح ہے یعنی یہ کہ: وتر ایک سے نو تک ہیں، جتنے جی چاہے پڑھ سکتے ہو، لیکن ایک، تین اور پانچ رکعتوں کی صورت میں پہلا تشہد نہیں ہوگا، صرف اخیری قعدہ کیا جائے گا، ہاں سات کی صورت میں چھٹی رکعت پر اور نو کی شکل میں آٹھویں رکعت پر قعدۂ اولیٰ کرنا پڑے گا۔ واللہ اعلم

آخری تشہد میں مسافر آکر ملے تو؟ تشہد اخیر، اتمام نماز کی ایک شکل ہے، اس لیے بہت سے ائمہ کا خیال ہے کہ جو تشہد میں آکر ملا ہے اس نے گویا اب تنہا نماز شروع کی ہے، اس لیے اسے دو ہی رکعتیں ادا کرنا چاہئیں، حضرت حسن، امام زہری، حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ کا یہی نظریہ ہے۔

حضرت حسن وان ادركهم جلوسا صلى ركعتين (عبد الرزاق ص ۵۴۲ ج ۲)

زہری و قتادہ عن الزهري وقتادة في مسافر يدرك من صلوٰة المقيمين ركعة قالا: يصلي بصلوتهم، فان ادركهم جلوسا صلى ركعتين (ايضا ص ۵۴۳ ج ۲)

عکرمہ عن عكرمة مثل قول الزهري وقتادة (ايضا) لیکن اس میں راوی مجہول ہے۔

امام ابن حزم کے نزدیک کوئی صورت ہو، بہرحال مسافر قصر ہی کرے، خواہ مقیم امام کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو، ان کا خیال ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کے لیے کوئی استثناء نہیں آیا۔

ولم يفرق بين ماموم والامام، فالواجب على هذا ان المسافر جملة يقصر والمقيم جملة يتم ولا يراعي احد منهما حال امامه (محلى ص ۳۲ ج ۵)

حدیث میں ہے، اتباع کے لیے ہی امام بنایا جاتا ہے۔

انما جعل الامام ليؤتم به (رواه البخاري)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ: تو پھر یہ بھی کہیے! کہ مقتدی بھی مسافر امام کی اقتداء میں دو ہی رکعتیں پڑھے،

فقلنا لهم: فقولوا للمقيم خلف المسافر ان يأتم به اذن (محلى ص ۳۲ ج ۵)

لیکن ائمہ صحابہ نے اس قید اور تفصیل کا ذکر نہیں کیا، ابن عباسؓ کا ارشاد ہے:

ابن عباسؓ - قال اذا دخل المسافر في صلوٰة المقيمين صلى بصلوتهم (مصنف ابن ابي شيبة ص ۳۸۲ ج ۱)

یعنی مسافر جب مقیم کے ساتھ نماز میں شریک ہو تو اسے اس کے حساب سے نماز پڑھنی چاہیے۔

ابن مسعودؓ عن عبد اللہ قال یصلی بصلوتھم (ایضاً ص۳۸۴)

ابن عمرؓ عن ابن عمر فی مسافر ادرک من صلوٰۃ المقیمین رکعۃ قال یصلی معھم ویقضی ما سبق (ابن ابی شیبۃ ص۳۸۳ ج۱)

عن ابن عمر: فی المسافر فی صلوٰۃ المقیمین قال یصلی بصلوتھم (ایضاً ص۳۸۳ ج۱)

قال ابو مجلز: قلت لابن عمر: ادرکت رکعۃ من صلوٰۃ المقیمین وانا مسافر قال صل بصلوتھم (عبد الرزاق ص۵۴۳ ج۲)

جابر بن زید قال واذا صلیت فی جماعۃ فصل بصلوتھم (ابن ابی شیبۃ ص۳۸۳ ج۱)

ہمارے نزدیک یہی مسلک اقرب الی الصواب ہے، مرفوع حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ (بخاری۔ عن انس)

"امام اقتداء کے لیے ہی بنایا جاتا ہے۔"

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جیسے وہ پڑھے تم بھی پڑھو، رکوع و سجود میں ہو یا قیام اور تشہد میں، دوسرے معنی یہ ہیں کہ جتنی نماز اس نے شروع کی ہے اتنی تم بھی کرو — یہاں پر یہ دونوں مراد ہیں۔ اگر مسافر کے پیچھے مقیم کا استثناء نہ آتا تو ہم وہاں بھی یہی کہتے کہ اسے بھی اتنی ہی پڑھنی چاہیے، چونکہ استثناء آگیا ہے۔ اس لیے ہم اس کے بھی قائل ہیں۔ استثناء کی دلیل یہ حدیث ہے۔

انہ اقام بمکۃ زمن الفتح ثمان عشرۃ لیلۃ یصلی بالناس رکعتین رکعتین ثم یقول یا اھل مکۃ قوموا فصلوا رکعتین اخریین فانا قوم سفر (رواہ احمد وقال الشوکانی اخرجہ ایضا الترمذی وحسنہ والبیہقی وفیہ علی بن زید بن جدعان وھو ضعیف وانما حسن الترمذی حدیثہ لشواھدہ)

محدث شاکر فرماتے ہیں راجح یہ ہے کہ علی بن زید ثقہ ہے۔ الراجح عندنا توثیقہ (مسند احمد ص۴۳ ج۲)

حضرت عمرؓ کا بھی یہی تعامل تھا۔

کان اذا قدم مکۃ صلی بھم رکعتین ثم قال یا اھل مکۃ اتموا صلوتکم فانا قوم سفر (رواہ مالک فی الموطا ص)

حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

قال صفوان جاء عبد اللہ بن عمر یعود عبد اللہ بن صفوان فصلی لنا رکعتین ثم انصرف فقمنا فاتممنا (رواہ مالک ص)

ہاں مسافر اگر مقیم کی اقتداء میں پڑھے تو پھر اسے پوری پڑھنا ہوں گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے "سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم" سے تعبیر کیا ہے۔

قال موسٰی بن سلمۃ کنا مع ابن عباس بمکۃ فقلت انا اذا کنا معکم صلینا اربعا واذا رجعنا الی رحالنا صلینا رکعتین قال تلک سنۃ ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ احمد قال الشوکانی وقد اورد الحافظ ھذا الحدیث فی التلخیص ولم یتکلم علیہ (نیل ص ۱۴۲ ج ۳ وقال النیموی حسن)

اور اوپر کے آثار سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، کہ مسافر کو امام کے طریقے پر چلنا چاہیے۔ صلی بصلوتھم (عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ)

اصل بات یہ ہے کہ، جہاں تو مقتدی کے ذمے کچھ باقی رہتا ہے اسے تو بہر حال پورا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ عام حالات میں آپ کرتے ہیں، بعد میں جو آ کر ملتا ہے۔ بقیہ امام کے سلام کے بعد پوری کر لیتا ہے۔ وہ امام کی اقتداء کی بنا پر ساقط نہیں ہوتا، امام کے ساتھ چلنا فرض ہے، پر جب تک چلے اور جتنا چلے لیکن جب وہ اپنے ذمہ سے فارغ ہو جاتا ہے اس سے آپ کا ذمہ ساقط نہیں ہوتا۔ اس لیے مقیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسافر امام کے بعد اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کر لے۔

اب اگر امام کی معیت کی وجہ سے اس مقتدی کو اپنے ذمہ سے بھی زیادہ چلنا پڑ گیا ہے تو بھی اسے نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ اب باقی حصہ اس کے لیے نوافل بن جائیں گے۔ مسافر امام ہو تو مقیم کے ذمے کچھ باقی رہ جاتا ہے مگر امام اس کا ضامن نہیں ہوتا اگر امام مقیم ہو تو مسافر مزید کچھ کما تو لیتا ہے مگر اس کا شرعی حرج کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے اب اسے امام کی اقتداء میں آجانے کے بعد اسے بعد میں اتنی ہی رکعتیں پوری کرنی چاہئیں، جتنی اس نے کی ہیں ـــ کیونکہ امام کی اقتداء اس امر کا عہد ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں انہی اقداء کی پابندی کروں گا۔ جن کی امام نے کی ہے۔

مہینوں تیمم کا سلسلہ۔ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔ روحانی بیوی۔

مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کے چند مسائل

ایک خاتون کراچی سے لکھتی ہے کہ،

۱۔ پانی نہ ملے یا کوئی بیمار ہو اور پانی سے تکلیف بڑھے تو کیا مہینوں تیمم سے نماز پڑھی جا سکتی ہے اور قرآن کو بھی چھوا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ استحاضہ یا دوسری کسی ایسی بیماری سے کہ وضو رہ ہی نہ سکے تو کیا ہر نماز کے لیے تازہ وضو کافی ہوتا ہے اور قرآن بھی پڑھا جا سکتا ہے؟

۳۔ مرد اور عورت کی نماز میں کیا کوئی فرق ہے، مثلاً سمٹ کر بیٹھنا اور پڑھنا وغیرہ؟